بلاد عربیہ میں تبلیغ احمدیت

مولانا جلال الدین صاحب شمس
دمشق کے دوسرے مبلغ

سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب
دمشق کے پہلے مبلغ

استاذ منیر آفندی الحصینی
امیر جماعت احمدیہ دمشق

جماعت احمدیہ دمشق

محمود اعظم

خاص الحکم کے جوبلی نمبر کے لئے

حضرت ڈاکٹر مفتی محمد صادق صاحب قبلہ کی قلم سے

سلسلہ کا پہلا اخبار

اُنیسویں صدی عیسوی کے آخری سال گزر رہے تھے میں لاہور کے دفتر اکونٹنٹ جنرل پنجاب میں بطور اڈیٹر ملازم تھا - جب کوئی فرصت کا دن ملتا - دیدار مسیح کے شوق میں لاہور سے قادیان بھاگتا - کبھی تین دن کے لئے کبھی زیادہ - کبھی ایک ہی دن کے لئے - صبح پہنچتا - شام کو واپس چلا جاتا - گا ہے کچھ اور دوست ساتھ ہو جاتے - گا ہے اکیلا ہی سفر کرتا - اور حضرت مسیح موعود کی منہ کی پاک باتیں اور تازہ وحی الٰہی کی خبریں لے کر لاہور جاتا - عاشقان مسیح میرے ارد گرد جمع ہوتے - دار الامان کی خبریں سن کر ان کے ایمان ترقی کرتے - اُس وقت سلسلہ کا کوئی اپنا اخبار نہ تھا قادیان میں کوئی پریس نہ تھا - مخالف اخبار ہماری خبروں اور مضامین کو شائع نہ کرتے تھے - اُن دنوں راولپنڈی سے ایک اخبار بنام چودھویں صدی نکلتا تھا - اس میں سلسلہ کے خلاف ایک مضمون چھپا - مینے اس کا جواب لکھا - اور لکھ کر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں ملاحظہ کے لئے بھیجا - حضور نے مجھے لکھا جواب تو آپ نے بہت عمدہ لکھا ہے - مگر اخبار والا اس کو نہیں چھاپے گا کیونکہ وہ معاند اور مخالف ہے - ایسا ہی ہوا - مینے مضمون اڈیٹر کو بھیجا - اُس نے مضمون نہ چھاپا - مگر ایک نوٹ اخبار میں دے دیا کہ اس قسم کا ایک مضمون آیا - اور مجھے چند گالیاں لکھدیں - مینے خدا کا شکر کیا کہ بدگو جو خدا کے مسیح کے حق میں ناپاک الفاظ لکھ رہے ہیں - انھوں نے مجھے اس کا مستحق سمجھا کہ میرے حق میں بھی کچھ ویسے الفاظ استعمال کئے جائیں -

اس وقت ہم چند غلامان مسیح موعودؑ تمنا رکھتے تھے کہ کاش کوئی اپنا پریس ہوتا - اپنا اخبار ہوتا - اللہ تعالیٰ نے ہماری ان دعاؤں کو سنا - اور حضرت شیخ یعقوب علی صاحب کو جو اسوقت تراب کہلاتے تھے اور اب عرفانی ہیں - یہ القا کیا کہ وہ سلسلہ حقہ کی تائید میں ایک اخبار جاری کریں اسوقت شیخ صاحب امرت سر میں مقیم تھے - چنانچہ انھوں نے اخبار "الحکم" جاری کیا - اور چند پرچوں کے بعد امرت سر سے قادیان چلے آئے - اس طرح سلسلہ کا پہلا اخبار شائع ہونے لگا - اور اس میں تائید حق کے مضامین چھپنے لگے - حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دوستوں کی آنکھیں ٹھنڈی ہونے لگیں - اور بدخواہوں کی آنکھیں چندھیانے لگیں - ناظرین سمجھ سکتے ہیں کہ ایسے وقت میں یہ اخبار صحابہ مسیح موعود کو کس قدر پیارا تھا - میں اس کا یوم اول سے خریدار اور مداح تھا - اور بفضلہ تعالیٰ اب تک ہوں - اس میں میرے مضامین بھی وقتاً فوقتاً چھپتے رہے - بعد میں عاجز خود بھی ایک اخبار کا اڈیٹر اور منیجر نو دس برس رہا - اور وہ اخبار (بدر) بھی قادیان سے ہی نکلتا تھا - اور اس طرح ایک خوشگوار رقابت بھی تھی - لیکن سچ تو یہ ہے کہ بدر کی اڈیٹری کے زمانہ میں بھی الحکم کے ساتھ میرے انس و تعلق میں کبھی فرق نہ آیا - چونکہ بدر اور الحکم ہر دو میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الہامات اور اعلانات شائع ہوتے رہتے تھے - اس واسطے حضور فرمایا کرتے تھے کہ بدر اور الحکم ہمارے دو بازو ہیں - جن سے اڑ کر ہم اپنی تبلیغ دور و نزدیک پہنچاتے ہیں - اب جوبلی کے موقع پر جناب عرفانی صاحب نے مجھ سے فرمائش کی ہے - کہ میں الحکم کے جوبلی نمبر کے واسطے ایک مضمون لکھوں - اس موقع پر مینے اپنے لئے **محمود اعظم** کا مضمون چنا ہے - مگر بے اختیار میرا دل چاہا کہ اسوقت اخبار الحکم کی ابتدائی تاریخ پر بھی کچھ لکھوں - اس واسطے یہ الفاظ زیر تحریر آگئے - اب میں اصل مضمون شروع کرتا ہوں :-

لفظ محمود کی تشریح

محمود ایک عربی لفظ ہے - جو مادہ حمد سے نکلا ہے اس کے معنے ہیں تعریف کیا گیا - پسندیدہ عبرانی زبان میں یہ لفظ بعینہ ان ہی حروف اور اعراب میں استعمال ہوتا ہے اور اس کے معنی ہیں نہایت بیش قیمت - چنانچہ عبرانی بائیبل کی کتاب نوحہ یرمیاہ کے باب ایک کی آیات سات اور گیارہ میں یہ لفظ ان معنوں میں استعمال ہوا ہے - اور اس طرح سے لکھا جاتا ہے :-

واحد מַחְמָד محمود

جمع מַחֲמַדִּים محمودیم

عبرانی میں یم علامت جمع ہے - اور کسی بڑے آدمی کا نام جب عزت سے لینا ہو تو اس کے نام کے ساتھ بھی یم کے حروف بڑھا دیتے ہیں - جیسا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر جہاں توریت کی کتاب غزل الغزلیات میں آتا ہے - وہاں آپ کا نام محمدیم کر کے لکھا ہے -

"محمود" حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ کے الہامی ناموں میں سے ایک نام ہے - اور جبکہ الہامی نام بطور پیشگوئی کے ہوتے ہیں - اس سے ظاہر ہے کہ ایک بڑی مخلوق کے دل اُن کی طرف کھینچے جائیں - جن کے دل اُن کی تعریف سے لبریز ہوں گے - اُن کا وجود ایک بیش قیمت وجود ہوگا - اور اُن میں کوئی امر مذمت کا نہ ہوگا آپکے دیگر الہامی نام فضل عمر - اولو العزم اور بشیر بھی اپنے اندر آپ کی عظمت - شان اور عظیم الشان کارناموں کی پیشگوئیاں رکھتے ہیں -

قرآن شریف میں لفظ محمود ایک ہی جگہ آیا ہے جہاں رسول پاک محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام محمود کے عطا کئے جانے کی خوشخبری دی گئی - اور مفسرین نے عموماً اس کے معنی مقام شفاعت کبریٰ کے کئے ہیں - فتوحات میں لکھا ہے کہ مقام محمود مرجع جمیع مقامات اور منظر تمام اسمائے الٰہیہ ہے - جو حضرت رسول پاک محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مختص ہے

بچپن کا زمانہ

مینے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاتھ پر ۱۸۹۰-۹۱ء کے موسم سرما میں بیعت کی تھی - اسوقت میں ریاست جموں میں بطور ایک مدرس کے ملازم تھا - اکیلا ہی قادیان آیا تھا - اور بیعت کرنے کے بعد اکیلا ہی واپس چلا گیا - اس کے بعد جب تک جموں میں رہا - سال میں ایک دو دفعہ قادیان آتا رہا - ۱۸۹۵ء میں جموں کی ملازمت ترک کر کے لاہور میں ملازم ہو گیا - قیام لاہور میں عموماً ہر ماہ میں ایک یا بعض دفعہ اس سے بھی زیادہ جلدی جلدی قادیان آتا رہا - اور جنوری ۱۹۰۱ء میں لاہور کی ملازمت ترک کر کے اور ہجرت کر کے قادیان ہی رہا - اور یہاں کے مدرسہ تعلیم الاسلام میں ملازم ہو گیا اور اسطرح سے مجھے حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کو ان کے بچپن میں دیکھنے اور اُن کے حالات کے مطالعہ کرنے کا موقعہ ملتا تھا -

جب میں مدرسہ تعلیم الاسلام کا ہیڈ ماسٹر تھا اسوقت وہ اس مدرسہ میں تعلیم حاصل کرتے تھے - اور ایسی جماعتوں میں بھی شامل رہے - جن کو میں خود پڑھاتا تھا - جب انھوں نے مڈل اور انٹرنس کے امتحان دیئے اُس وقت میں ہی ان کے ساتھ تھا - مدرسہ کے وقت کے علاوہ بھی کچھ انھیں پڑھانے کا فخر مجھے حاصل ہوا ہے (اگرچہ یہ کام زیادہ تر حضرت مولانا مولوی شیر علی صاحب کرتے تھے) جب وہ شادی کے واسطے رڑکی تشریف لے گئے تو اُن کو اسوقت پڑھانے والوں میں سے ایک استاد کو بھی برات میں شامل کرنا ضروری سمجھا گیا - اور یہ فخر بھی مجھے عطا ہوا - غرض وہ میرے سامنے اور میرے دیکھتے ہوئے بچپن اور جوانی کے عالم میں سے گزرے - انکی پیشانی کا نور مومنانہ - ان کی چاند سی طلعت - ان کا تعلق باللہ اور توکل - ان کی ذہانت - فراست - بصیرت - حیا - دینی محبت نکوکاری - ذکاوت - وجاہت - عبادت - زہد - عفت - امانت - دیانت - ہمدردی - سخاوت - مہمان نوازی حلم - حوصلہ - تقویٰ - طہارت - معرفت - صوم و صلوٰۃ کی پابندی - ہمت - عزم - شجاعت - خلق خدا پر شفقت و رحمت - درد و گداز - رقت - استقلال و صلاحیت تمام خوبیاں میں اُن میں زمانہ بچپن سے دیکھ رہا ہوں - اور مجھے ہمیشہ سے یقین رہا کہ کسی وقت وہ کسی بڑے شاندار مقام پر پہنچیں گے -

ان کے بچپن کے زمانہ سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ان کا اکرام کرتے تھے - اور ان کی خوابوں کو بطور یادداشت کے لکھ لیتے تھے -

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد حضرت خلیفہ اول نے بڑی توجہ اور محبت کے ساتھ ان کی تعلیم و تربیت کی - ایک دفعہ کسی جلسہ کے موقع پر حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ نے تقریر کی - اور بعد میں حضرت خلیفہ ثانی نے تقریر کی - اتفاق ایسا ہوا کہ جس آیت قرآنی پر حضرت خلیفہ اول نے تقریر کی تھی - اسی آیت کی تفسیر حضرت خلیفہ ثانی نے بھی ایسی لطیف اور پر معارف بیان کی کہ آپ کی تقریر کے بعد حضرت خلیفہ اول نے فرمایا "آج میاں ہم سے بڑھ گیا" - حضرت خلیفہ اول آپ کی اس قدر عزت کرتے کہ معلوم ہوتا تھا - کہ آپ سمجھتے تھے کہ نوجوان اعلیٰ روحانی مقامات پر پہنچنے والا ہے - جب حضرت مولوی صاحب مسند خلافت پر متمکن ہوئے - تو اپنی جگہ حضرت خلیفہ ثانی کو صدر انجمن کا صدر مقرر کیا - جب کبھی خود نماز میں تشریف نہ لا سکتے فرماتے "میاں محمود پڑھائیں" "میاں نماز پڑھائیں" فرمایا کرتے تھے کہ میری خلافت میں جیسی میری اطاعت حضرت مسیح موعودؑ کی بیوی بچوں نے کی ہے ویسی دوسروں نے نہیں کی -

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کا حلیہ

آج سے ۱۴ سال قبل ایک نووارد عالم سیاح نے پہلی دفعہ قادیان آنے پر اپنے تاثرات کا اظہار رسالہ اردو ریویو آف ریلیجنز میں کیا تھا - اس مضمون میں سے حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کے حلیہ مبارک کے متعلق اُس کے الفاظ میں درج کرتا ہوں - وہ لکھتا ہے :-

"گورا رنگ - میانہ قد - نازک بدن - روشن اور وسیع پیشانی - باریک لب - گنجان ریش - نیم باز ہمیشہ نیچی نظر رکھنے والی آنکھیں - پر حیا اور خلوت پسند عادات - عمر اندازاً تیس سال - نہایت باریک بین و صائب رائے - غائر نظر رکھنے والے - اپنی ذمہ داریوں کو سمجھنے والے - جماعت سے بڑی محبت کرنے والے - بڑی خیر خواہی اپنے دل میں رکھتے ہیں - ان کے طریق سادہ اطوار مخلصانہ اور محبوبانہ ہیں - ان کو نہایت منہمک رکھنے والی - ان کی صرف یہ خواہش ہے کہ خدمت و تبلیغ اسلام ہو - اور دنیا میں ہر انسان کے دروازہ تک صداقت اسلام پہنچ جائے - اس عظیم الشان کام کے لئے ان کے مطمئن اور کامیابی کا یقین رکھنے والے دل میں بڑا جوش ہے - اس بڑے کام میں وہ عزم و تندہی سے اپنی جماعت کو لئے اس طرح مصروف و محو ہیں کہ ایک دیکھنے والے کو حیرت ہوتی ہے"

بڑائی کی تعریف

شخصیتوں کی بڑائی اور عظمت کا مسئلہ جب پیش ہوتا ہے - تو طبعاً یہ سوال ہوتا ہے کہ بڑائی کی تعریف کیا ہے جب تک یہ معلوم نہ ہو کہ بڑائی کس کو کہتے ہیں - اس لفظ کا اطلاق کسی شخص پر کیوں کر ہو سکتا ہے - بڑائی کی تعریفیں مختلف کی جا چکی ہیں -

(۱) بعض کے نزدیک بڑا آدمی وہ ہے - جس میں یہ قابلیت ہو کہ کسی بڑی جماعت کو اپنے پیچھے لگا سکے - اور اپنا کہنا منوا سکے -

(۲) امریکہ کا ایک مصنف ڈاکٹر کرین لکھتا ہے کہ سب سے بڑا آدمی وہ ہے - جو مخلوق خدا کی سب سے زیادہ خدمت کرے -

(۳) تاریخ نویس لوگ عموماً دنیا میں سب سے بڑا آدمی اُسے مانتے ہیں جو اپنے جسمانی زور کے ساتھ اوروں کو مغلوب کرے اور ملکوں کو فتح کرے - ایسے فاتحوں کو مورخین اعظم کا خطاب دیتے ہیں - جیسا کہ سکندر اعظم

جنہوں نے ایران سے لے کر ہندوستان تک کے تمام ممالک فتح کئے۔ قیصر اعظم نپولین اعظم جس نے یورپ کا ایک بڑا حصہ فتح کیا۔ شارلی ین اعظم جو خلیفہ ہارون رشید کا ہم عصر تھا۔

(۴) بعض فلاسفروں کی رائے ہے کہ بڑا آدمی وہ ہے جو اپنے اصول پر عمل کرنے میں ایسا مستقل مزاج ہو کہ اپنی جان قربان کر دے۔ مگر اپنے اصول کو نہ چھوڑے۔

(۵) روحانیات میں سب سے بڑا وہ ہے جو سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی عبادت میں پیش قدمی کرے۔

(۶) فقراء اور سالکین کے نزدیک سب سے بڑا وہ ہے جو سب سے زیادہ سخاوت کرے۔

(۷) وطنی آزادی کے دلدادوں کے نزدیک سب سے بڑا وہ ہے جو وطن کی خاطر حکومت ملک کے خلاف جوش پھیلانے کے شوق میں لڑنے اور مرنے کے واسطے ہر وقت طیار رہے۔

(۸) تعلیم کے عشاق میں سب سے بڑا وہ ہے جو سب سے زیادہ علم حاصل کرے۔

(۹) دنیا کے عقلمندوں کے نزدیک سب سے بڑا وہ ہے جو سب سے زیادہ روپیہ جمع کرے۔ اور مالدار بن جائے۔

(۱۰) وہ لوگ جو بادشاہوں یا کروڑ پتیوں کے گھر میں پیدا ہوتے ہیں۔ وہ اپنے آپ کو عزت ایسے گھر میں پیدائش کے سبب اپنے آپ کو بڑا کہلانے کا مستحق خیال کرتے ہیں۔

(۱۱) حال میں بمبئی کی ہوم لائبریری کلب نے ایک کتاب شائع کی ہے۔ جس کا جواب گریٹ مین آف انڈیا GREAT MEN OF INDIA ہندوستان کے بڑے آدمی۔ اس میں لکھا ہے۔ کہ ہندوستان کی قسمت ہمیشہ کسی بڑے آدمی کے ہاتھ میں رہی ہے۔ اس میں متقدمین میں سے بدھ اشوکا کالی داس چندر گپتا وغیرہ کا ذکر کیا ہے۔ زمانہ متوسط میں بابر۔ کبیر وغیرہ۔ اور اس وقت کے زندہ لوگوں میں سے گاندھی۔ جناح۔ سلیمان۔ حیدری۔ ٹیگور۔ رائے۔ جواہر لال۔ آغا خان کا ذکر کیا ہے۔

حقیقی عظمت

غرض بڑائی کی تعریفیں مختلف پہلوؤں سے بہت سی کی گئی ہیں۔ اور ایک حد تک وہ سب تعریفیں اپنے اپنے موقعہ پر درست ہیں۔ مگر میری رائے میں بڑائی کی سب سے صحیح اور سب سے اعلیٰ تعریف یہ ہے کہ بڑا وہ ہے جس کو خدا بڑا بنا دے۔ انسان انسانوں کے صرف ظاہر کو دیکھ سکتے ہیں۔ بہت سے لوگ بظاہر بہت نیک شریف اور حمکدار ہوتے ہیں۔ مگر بباطن ان کی حالت وہی ہوتی ہے۔ جیسا کہ حضرت حافظ فرماتے ہیں۔ ؎

چوں بخلوت میروند آں کار دیگر میکنند

دل کیا جانے کہ کسی کا اندر رنہ کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی عالم الغیب ہے۔ وہی ہر شخص کے حال سے آگاہ ہے ہر ایک کی دل کی حالت کو جانتا ہے۔ اور مخلوق کی نیتوں سے واقف ہے۔ اسی واسطے فرماتا ہے۔

اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ۔ اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ اپنی رسالت کی امانت کس کے سپرد کرے اور اپنے رسول کا خلیفہ کس کو بنائے

تعز من تشاء وتذل من تشاء اے خدا تو جسے چاہتا ہے بڑا بنا دیتا ہے۔ اور جسے چاہتا ہے چھوٹا کر دیتا ہے بیدک الخیر بھلائی تیرے ہاتھ میں ہے۔ انک علی کل شیء قدیر تحقیق تو ہی ہر چیز پر قادر ہے۔

یہ اصحاب جن کا اوپر ذکر ہوا اپنے اپنے دائرہ عمل میں ایک حد تک بڑے لوگ ہیں۔ اور ان کی خدمات اپنی قوم اور اپنے ملک کے واسطے قابل قدر ہیں۔ مگر ان کے کام عموماً دنیوی وجاہتوں اور ارضی فتوحات تک محدود تھے۔ اور ایک خاص قوم یا خاص ملک کے ساتھ تعلق رکھتے تھے۔ خود "محمود" نام کے بعض ایسے اصحاب گزر چکے ہیں جو اعظم کہلانے کے مستحق قرار دیئے گئے۔ جیسا کہ محمود غزنوی وغیرہ۔ مگر میں جس محمود کی عظمت کا ذکر ان سطور میں کر رہا ہوں۔ اس کا دائرہ عمل تمام دنیا پر وسیع ہے۔ اور اس کی وجاہت اور کام زمینی نہیں۔ بلکہ آسمانی ہیں۔ خدا تعالیٰ نے اسے روحانی شوکت۔ رعب۔ جذب اور مقبولیت عطا کی ہے۔ جسے کوئی انسان چھین نہیں سکتا۔ اور نہ اس پر کوئی غالب آ سکتا ہے۔ بہتروں نے جو اپنے آپ کو بڑا اور باسامان اور بارسوخ سمجھتے تھے۔ اس کی مخالفت کی مگر سب ناکام رہے۔ کئی اندھیریاں چلیں۔ مگر سب تھک کر زمین پر بیٹھ گئیں۔ اور چاند پہلے سے زیادہ چمک اور رونق کے ساتھ ظاہر ہونے لگا۔ خدا اس کی مدد میں ہے اور رات دن خدا کی خدمت و عبادت میں مصروف ہے۔

دلوں کو فتح کرنا بڑا کام ہے

دنیا میں کئی ایک ایسے آدمی گذرے ہیں جن کے خارق العادت کارناموں کے سبب مورخین نے انھیں اعظم کا خطاب دیا ہے۔ جیسا کہ سکندر اعظم۔ شارلیمین اعظم سلطان محمد اعظم۔ مگر ان اصحاب کی بزرگی ان کی ملکی فتوحات کے لحاظ سے سمجھی گئی ہے۔ مگر میں اس مضمون میں جس بڑائی کا ذکر کرنا چاہتا ہوں۔ وہ زمینوں کی فتوحات کے ساتھ تعلق نہیں رکھتی۔ بلکہ دلوں کی فتوحات اس کا خاصہ ہے۔ اور اس سے بھی بڑھ کر یہ اس عظمت کا مالک اسے بندوں نے نہیں بنایا بلکہ خدائے پاک کے فضل عظیم نے اسے اس عظمت کے تخت پر مسند نشین کر دیا۔ حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں ؎

کام میرا ہے دلوں کو فتح کرنا نے دیار

اس کی اس عظمت کی خبر ہزار ہا سال پہلے قوم بنی اسرائیل کے انبیاء نے دی۔ دانیال نبی نے اپنے مکاشفات میں اس کا ذکر کیا۔ بلکہ اس کے ظہور اور اس کے کارناموں کے دور و نزدیک پھیلنے کے وقت سے بھی آگاہی دی۔ طالمود میں اس کا ذکر کیا گیا اولیاء اسلام نے اپنی الہامی پیشین گوئیوں میں اس کا تذکرہ کیا۔ اور اس کی پیدائش سے قبل حضرت مسیح اعظم کو اس کے متعلق وحی الٰہی سے خبر دی گئی کہ اس کا نام محمود ہوگا۔ وہ بشیر الدین ہوگا۔ یعنی اس کا وجود دین اسلام کے واسطے ایک بڑی خوشخبری کا موجب ہوگا۔ اور اس کے ذریعہ اسلام چار اطراف میں پھیلے گا۔ اور جن ممالک میں کبھی کوئی مسلم مبلغ نہ گیا تھا۔ وہاں وہ اسلام کی تبلیغ پہنچائیگا۔ جیسا کہ حضرت مسیح اعظم مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دنیا میں سب سے زیادہ پیاری بات یہ لگی تھی کہ اسلام مغربی ممالک میں پھیلے۔ ایسا ہی ان کے پسر موعود اور خلیفہ موعود حضرت محمود اعظم کو بھی رات دن یہی دھن لگی ہوئی ہے۔ کہ روئے زمین کے کونے کونے میں اسلام پھیلایا جائے۔ اور کوئی ایسی جگہ نہ ہو۔ جہاں اسلام کے مبلغ نہ پہنچیں۔ اس وقت مجھے ذکر حبیب کی ایک بات یاد آئی ہے جس کو ہدیہ ناظرین کرنا اس موقع پر مناسب ہوگا۔

سب سے بڑی خوشخبری

۱۸۹۶ء یا ۱۸۹۸ء کے قریب کا واقعہ ہے میں ابھی لاہور کے دفتر اکونٹنٹ جنرل میں آڈیٹر تھا۔ اور چند یوم کی رخصت پر لاہور سے قادیان آیا ہوا تھا۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں اندرون خانہ حضور کی نشست گاہ کے کمرے میں حاضر تھا اس وقت اور کوئی صاحب وہاں موجود نہ تھے۔ بس حضرت صاحب تھے۔ اور میں تھا۔ کہ ایک خادم لڑکے نے آکر حضور کو اطلاع دی کہ ایک صاحب سیڑھیوں پر کھڑے ہیں اور عرض کرتے ہیں کہ میں باہر سے ایک ضروری کام کے واسطے آیا ہوں۔ اور اسی وقت حضرت صاحب سے ملنا چاہتا ہوں۔ حضرت صاحب نے مجھے حکم فرمایا کہ مفتی صاحب آپ جا کر معلوم کر آئیں کہ یہ کون صاحب ہیں۔ اور کیا کہتے ہیں۔ میں نے جا کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ وہ حکیم قاضی آل محمد صاحب احمدی ساکن امروہہ ضلع مراد آباد تھے۔ جو حضرت مولوی محمد احسن صاحب مرحوم کے رشتہ داروں میں تھے۔ اور مولوی صاحب نے انھیں امرتسر سے کچھ پیغام دے کر بھیجا تھا۔ قاضی صاحب نے فرمایا کہ میں ایک نہایت ہی عظیم الشان خوشخبری لے کر آیا ہوں۔ اور مجھے مولوی صاحب نے فرمایا تھا کہ خود حضرت صاحب ہی کو سنانا اس واسطے حضور سے عرض کر دیں کہ میں ملنا چاہتا ہوں میں نے اندر جا کر عرض کیا۔ حضور نے فرمایا کہ میں ایک مضمون لکھ رہا ہوں۔ اسے درمیان میں چھوڑ کر اٹھنا اور باہر جانا ٹھیک نہیں۔ آپ قاضی صاحب کو کہہ دیں کہ وہ خوشخبری آپ کو بتا دیں۔ میں نے جا کر قاضی صاحب عرض کیا۔ وہ مجھے بتلانا تو نہ چاہتے تھے۔ مگر مجبور ہو کر بادل نخواستہ انھوں نے یہ بتلایا کہ امرتسر میں ایک غیر احمدی مولوی کے ساتھ حضرت مولانا سید محمد احسن صاحب مباحثہ کر رہے تھے۔ اور سید صاحب نے اس مخالف مولوی کو ایسا لتاڑا اور پچھاڑا کہ وہ سخت شکست کھا کر بھاگا۔ اور احمدیت کو عظیم الشان فتح ہوئی۔ میں نے پھر اندر جا کر یہ خبر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں عرض کی۔ حضور نے تبسم کرتے ہوئے فرمایا۔ کہ قاضی صاحب نے خوشخبری کے عظیم الشان ہونے پر اتنا زور دیا کہ میں خیال کرنے لگا کہ یہ خبر لائے ہیں کہ یورپ مسلمان ہو گیا۔"

حضور کے اس فقرے سے سمجھا جا سکتا ہے کہ حضور کو کس بات کی تڑپ تھی۔ وہی تڑپ اب حضور کے پسر و خلیفہ موعود کو لگی ہوئی ہے۔ جو حسن و احسان میں اپنے باپ کا نظیر ہے۔ کہیں انجمنوں کے انتظام ہو رہے ہیں۔ کہیں تحریک جدید کا سلسلہ جاری ہے۔ کہیں والنٹیر کور تیار ہو رہی ہے۔ کہیں خدام الاحمدیہ کی جماعت کام کر رہی ہے۔ کہیں مدارس اور کالج اور ہوسٹل کا انتظام ہو رہا ہے۔ کہیں مہمانوں کی ضیافتیں ہو رہی ہیں کہیں نئی عمارتیں بن رہی ہیں۔ کہیں وسیع پیمانہ پر زمینوں کی کاشت ہو رہی ہے۔ کہیں جلسے ہو رہے ہیں۔ کہیں حکام سے ملاقاتیں ہو رہی ہیں۔ کہیں قومی لیڈروں سے گفتگو ہو رہی ہے۔ کہیں مبلغ بھیجے جا رہے ہیں کہیں فوج کو طیار ہو رہی ہے غرض اس تمام جدوجہد کی یہی ہے کہ حقیقی اسلام دنیا بھر میں پھیل جائے اور زمین کا کوئی گوشہ تبلیغ اسلام سے خالی نہ رہے حضرت خلیفۃ المسیح ان تمام کاموں کی خود نگرانی کرتے اور خود دلچسپی لیتے ہیں۔ اور شب و روز کی متواتر محنت اور جانکنی سے بیمار ہو جاتے ہیں۔ پھر بھی کام کو جاری رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس نوجوان کی عمر اور صحت میں برکت دے اور فتح مندیوں اور کامیابیوں اور ترقی درجات کے ساتھ اُسے لمبی عمر عطا فرمائے۔ تاکہ دنیا جہان کے لوگ اسکی راہنمائی کی برکتوں سے بھرپور ہو کر خدائے پاک کی رضامندیوں کو حاصل کرتے ہوئے اس کے آغوش قرب میں ابدی راحت حاصل کریں ؏

ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

آمین ثم آمین۔

ہمدردئ خلق

خلق خدا کی ہمدردی انھیں اپنے بزرگ باپ سے ورثہ میں ملی ہے۔ جس کے وہ حقیقی جانشین ہیں اور ان کے قدم بقدم چل رہے ہیں۔ وہ ہمدردی جس کے جذبات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان اشعار ذیل میں ظاہر فرمائے ہیں ؎

بدل دردے کہ دارم از برائے طالبان حق

نمی گردد بیاں آں درد از تقریر کوتاہم

(ترجمہ) حق کے تلاش کرنے والوں کے لئے جو درد میرے دل میں ہے اس درد کا اظہار میری چھوٹی تقریر میں نہیں کیا جا سکتا۔

دل و جانم چناں مستغرق اندر فکر او شان است

کہ نے از دل خبر دارم نہ از جاں خود آگاہم

(ترجمہ) میرا دل اور میری جان مخلوق خدا کی بہتری کے فکر میں ایسے غرق ہیں کہ اس فکر میں نہ مجھے اپنے دل کی خبر ہے۔ اور نہ اپنی جان کی کچھ خبر ہے۔

بدیں شادم کہ غم از بہر مخلوق خدا دارم

ازیں در لذتم کز درد مے خیزد ز دل آہم

(ترجمہ) میں اس بات پر خوش ہوں کہ مخلوق خدا کا غم اپنے دل میں رکھتا ہوں۔ میں اس لذت میں ہوں کہ درد کے سبب میرے دل سے آہ نکل رہی ہے۔

مرا مقصود و مطلوب و تمنا خدمت خلق است

ہمیں کارم ہمیں بارم ہمیں رسمم ہمیں راہم

(ترجمہ) میرا مقصد اور میرا مطلب اور میری آرزو یہی ہے کہ خلقت کی خدمت کروں۔ یہی میرا کاروبار ہے یہی میری رسم ہے۔ اور یہی میرا راستہ ہے

نہ من از خود نہم در کوچہ پند و نصیحت پا

کہ ہمدردی برد آنجا ز جبر و زور و اکراہم

(ترجمہ) میں اپنے آپ سے نصیحت و پند کے کوچہ میں قدم نہیں رکھتا۔ بلکہ مخلوق خدا کی ہمدردی مجھے جبر اور زور و اکراہ کے ساتھ وہاں لے جاتی ہے۔

غم خلق خدا صرف از زباں خوردن چہ کار است

گرش صد جاں بیارم ہنوزش عذر میخواہم

(ترجمہ) اگر صرف زبان سے مخلوق خدا کا غم کھایا جائے تو یہ کچھ کام نہیں۔ اگر میں سو جان بھی اس کے قدموں پر نثار کر دوں۔ تو پھر بھی معذرت کروں گا کہ مجھ سے کچھ خدمت نہ ہو سکی۔

چو شام پر غبار و تیرہ حال عالمے بینم

خدا بر وے فرود آرد دعائے سحر گاہم

(ترجمہ) جب میں جہاں کا حال دیکھتا ہوں کہ ایسا ہے جیسا کہ گرد و غبار سے بھری ہوئی شام سیاہ ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ میری پچھلی رات کی دعائیں اس پر اتارتا ہے۔

یہ مخلوق خدا کی دلی ہمدردی اور سچی خیر خواہی ہے جو حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ کو دن رات عظیم الشان کارناموں میں مصروف رکھتی ہے۔ اور اسی محنت اور

فکر مندیوں کا نتیجہ ہے۔ جناب وہ اکثر بیمار ہوتے رہتے ہیں۔ مگر وہ تڑپ ہمدردی کی ویسی ہے کہ بیماری میں بھی کام ہاتھ سے نہیں چھوٹتا۔

علم لدنّی

چونکہ دنیا دار الاسباب ہے۔ ظاہری استادوں کے پاس بھی کچھ تھوڑا بہت حضرت خلیفۂ ثانی نے پڑھا مگر در اصل ان کا علم لدنی ہے۔ خدا ہی نے ان کو علمی طاقتیں ایسی دے دی ہیں کہ آج دنیا میں کوئی ان کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ جن ایام میں عاجز ان کا پرائیویٹ سکرٹری تھا۔ یہ تماشا بغور دیکھتا رہتا رہا کہ مختلف علوم و فنون کے ماہر جب ان کی خدمت میں حاضر ہوتے اور ان امور پر گفتگو کرتے جن میں ان کا مطالعہ اور مشق عمر بھر کا تھا۔ ان میں بھی وہ حضرت خلیفۂ ثانی کو معلومات میں اپنے سے بڑھ کر پاتے۔ اور اس امر کا اقرار کرتے کہ میری گزشتہ بیماری کے ایام میں ایک بیرسٹر صاحب تشریف لائے۔ چونکہ وہ مسٹر زمانہ انگلینڈ کے واقف تھے اس واسطے وہ مجھے بھی ملنے آئے اور فرمانے لگے کہ میں نے عمر بھر لیبر (مزدوروں کے حقوق) کے مسئلہ پر غور کیا۔ اور مطالعہ کیا۔ اور یورپ میں اور ہندوستان میں آکر اسی کام میں مصروف رہا۔ اور میرا یقین تھا کہ اس مسئلہ پر جس قدر میری واقفیت ہے کسی کی نہ ہوگی۔ لیکن حضرت صاحب کو مل کر میں اس بات کا قائل ہو گیا ہوں اور اقرار کرتا ہوں کہ وہ ان مسائل میں مجھ سے بڑھ کر علم رکھتے ہیں۔ غرض اسی طرح انھیں اللہ تعالیٰ نے عقل و فراست عطا کی ہے جس کا کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا۔ وذٰلک فضل اللّٰہ یؤتیہ من یشاء واللّٰہ ذو الفضل العظیم

حضرت اولو العزم کے بعض کارنامے

اللہ تعالیٰ جنھیں بڑائی کے واسطے منتخب کرتا ہے ان کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی بڑائی ہوتی ہے۔ کیونکہ ان کے سب کام القا الٰہی کے ماتحت ہوتے ہیں۔ ان کے حرکات و سکنات اور قول و فعل سب منشاء الٰہی کے مطابق چلتے ہیں۔ ما ینطق عن الھوٰی ان ھو الا وحیٌ یوحیٰ۔ وہ اپنی خواہش اور حرص سے کوئی بات نہیں بولتے۔ اور اپنے دل سے کوئی حکم صادر نہیں کرتے بلکہ وحی الٰہی کی راہنمائی سے ان کا کلام ہوتا ہے۔ حضرت رسول پاک محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم ارشاد الٰہی سے فرماتے ہیں۔ ان صلٰوتی ونسکی ومحیای ومماتی للّٰہ رب العٰلمین۔ تحقیق میری نماز اور میری قربانی میرا جینا اور میرا مرنا سب اللہ کے لئے ہے۔ جو تمام جہانوں کا رب ہے۔ تمام معاملات میں حضرت خلیفہ ثانی ایدہ اللہ کی راہنمائی ہمیشہ اللہ تعالیٰ نے ہی کی۔ وہ ابھی چھوٹی ہی عمر کے تھے۔ جبکہ بعض ان لوگوں نے جو اپنے آپ کو سلسلہ کے کاموں کا اسوقت ناظم اور مدبر سمجھتے تھے انھوں نے تجویز کی مدرسہ تعلیم الاسلام کو بند کر دیا جائے۔ اسوقت حضرت ہی نے مدرسہ کو اس خیدش سے بچایا۔ اور ان لوگوں کے اس خیال کی پرزور مخالفت کی اور اس میں کامیاب ہوئے۔ پھر ایکدفعہ انہی لوگوں نے مدرسہ احمدیہ کو بند کرنا چاہا۔ تب بھی حضور نے ہی مدرسہ کی جان بچائی۔ جس کے ذریعہ سے آج خدا تعالیٰ کے فضل سے جماعت احمدیہ میں مولوی فاضل علماء کا ایک اتنا بڑا لشکر تیار ہو گیا ہے کہ مخالف مولوی مناظر ہر میدان میں ان سے شکست پاتے اور بھاگتے ہیں۔ حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کی وفات پر بعض کوتاہ اندیش لوگوں نے خفیہ سازشیں کیں۔ کہ اس جماعت میں سے امر خلافت کی برکات کو بالکل ہی مٹا ہی دیا جائے۔ اس عظیم الشان مصیبت میں گرنے سے بھی اللہ تعالیٰ نے جماعت کو اس مقدس وجود کے ذریعہ سے بچایا۔ جب پچھلے جنگ کے بعد گورنمنٹ برطانیہ کو ہندوستان میں ایک نیا کانسٹی ٹیوشن دینا چاہا اور ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان اختلاف ہوا کہ ان کے کیا کیا حقوق ہونے چاہئیں۔ اسوقت جو راہنمائی حضرت خلیفۃ المسیح نے کی وہی بالآخر درست اور کارآمد ثابت ہوئی۔ جب مسلم لیڈروں نے ہندوستان سے ہجرت کرنے کی ہدایت مسلم رعایائے ہند کو دی اسوقت بھی حضرت خلیفۃ المسیح نے جو نصیحت مسلمانوں کو کی بالآخر وہی درست اور مفید ثابت ہوئی۔ اگر آپکے کارناموں کو مفصل لکھا جاتے۔ تو ان کے واسطے کئی ضخیم کتابیں چاہئیں۔ ان میں سے بعض کا ذکر اسی جوبلی نمبر میں بالتفصیل ہوگا۔ اس واسطے میں صرف ان اشارات پر اکتفا کرتا ہوں۔

وآخر دعوٰنا ان الحمد للّٰہ رب العٰلمین ہ

جذبۂ شوق

نتیجۂ فکر جناب سیٹھ معین الدین صاحب محشر حیدرآباد (دکن)

ای ہمارے مقتدا ای نائب خیر الانام — ای مسیح پاک کے لخت جگر عالی مقام
ای کہ تیرا نام ہی محمود تیرا کام بھی — صبح افشاں کی طرح روشن ہی تیری شام بھی
ای اسیران جہاں کی رستگاری کے سبب — روح آزادی کو تجھ پر ناز ہو تو کیا عجب
ای کہ تیری ذات ہی مجموعۂ عالی صفات — ای کہ تیرے دم سے روشن ہی جبین کائنات
ای کہ تیرے دم سے قائم ماہ و انجم کا نظام — ای کہ تجھ سے مالک ارض و سما ہی ہمکلام
ای کہ تیرے دم سے قائم محفل کون و مکاں — ای کہ تیرے فیض کا ہی چار سو دریا رواں
ای کہ تیرا ہر اشارہ راز عرفان و یقیں — گو حیا کے بار سے نظریں تری اٹھتی نہیں
ای کہ تیرے عزم و استقلال کا قائل عدو — ای کہ حیراں تیرے جلووں سے جہان رنگ و بو
ای کہ ہیں سایہ فگن تجھ پر خدا کی رحمتیں — بادشاہوں کو ملیں کپڑوں سے تیرے برکتیں
صاحب فتح و ظفر ای مظہر شان علیٰ — چشمۂ نور ہدایت منبع جود و سخا
حسن و احساں میں مسیح پاک کے تم ہو نظیر — عاشق نام محمدؐ دین احمدؐ کے بشیر
اس جہان تیرہ و تاریک میں تیرا وجود — مشعل راہ ہدایت، شعلۂ جام شہود
سیکڑوں عقدے کیے حل نکتہ فہمی نے تری — سیکڑوں مردے جلائے ایک ہستی نے تری
تو نے پائی ہی وہ ہمت صاحب عز و وقار — جس کے آگے سطوت صحرا ہی اک مشت غبار
ساز ایماں کے لئے مضراب تیرا ہر نفس — تیرے ان قدموں پہ سر رکھتا ہی آئین ہوس
پاک فطرت، پاک طینت، متقی، پرہیزگار — ای کہ تیری خاک پا بھی زر کامل عیار

اک نگاہ لطف کا تیری ہی محشر منتظر
ایک ادنیٰ سا اشارہ، اک اچٹتی سی نظر

حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی قبولیت دعا کا ایک واقعہ

خلافت ثانیہ کا ابتدائی زمانہ تھا۔ میرے والد مرحوم جناب منشی امام الدین صاحب رضی اللہ عنہ ان دنوں موضع لوہ چپ میں جو قادیان سے چار میل کے فاصلہ پر جانب غرب واقعہ ہے ملازم تھے۔ پاس ایک گاؤں بھاگی ننگل ہے۔ وہاں ایک شخص لچھمن سنگھ رہتا تھا۔ جو ابھی تک زندہ ہے۔ اس کے ہاں اولاد نہیں ہوتی تھی۔ ایکدن اس نے کہا کہ میرے لئے اپنے حضرت صاحب سے دعا کروائیں کہ خدا مجھے لڑکا دیدے۔ اگر مرزا صاحب سچے ہوں گے۔ تو میرے ہاں اولاد ہو جائے گی۔

والد صاحب مرحوم و مغفور قادیان آئے۔ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے حضور سارا واقعہ عرض کر دیا۔ حضور نے فرمایا میں دعا کروں گا۔ اور انشاء اللہ اس کے ہاں اولاد ہوگی۔ والد صاحب نے اسے یہ خوشخبری سنا دی کچھ عرصہ کے بعد اس کے ہاں لڑکا پیدا ہوا۔ جس کا نام اودھم سنگھ ہے۔ یہ لڑکا میٹرک پاس کر چکا ہے اور اپنے گاؤں میں پہلا نوجوان ہے۔ جس نے اتنی تعلیم حاصل کی ہے۔

جلسہ سالانہ قریب تھا۔ لوگ کثرت سے پیدل اور یکوں میں قادیان آتے تھے۔ لچھمن سنگھ نے اس خوشی میں بٹالہ سے آنے والی سڑک پر احمدی دوستوں کو قادیان آتے تھے گنوں کا رس پلایا۔ میں ان دنوں چھوٹا بچہ تھا۔ لیکن مجھے یاد ہے کہ والد صاحب نے اسے ایک کاغذ پر یہ واقعہ لکھ کر دیا تھا۔ تاکہ وہ اسے سڑک پر آویزاں کردے۔ اور آنے والے دوست اسے پڑھ سکیں۔ والد صاحب اس واقعہ کا ذکر بعد میں بھی فرمایا کرتے تھے۔

اس کاغذ پر سارا واقعہ لکھدیا گیا تھا کہ یہ شخص اس خوشی کا اظہار اس طرح کر رہا ہے کہ جلسہ سالانہ پر آنے والے احباب کو رس پلاتے۔ دوست اس نے بھی اسی کی دعوت قبول کریں تاکہ وہ اس واقعہ کے گواہ رہیں۔ گو اس واقعہ کو کافی عرصہ گزر چکا ہے۔ لیکن مجھے یقین ہے کہ کئی دوست ہماری جماعت میں ایسے ہوں گے۔ جنھیں یہ واقعہ یاد ہوگا۔ لچھمن سنگھ زندہ موجود ہے۔ جس کا دل چاہے اس سے دریافت کر لے۔ وہ اب بھی اس کی تصدیق کرے گا۔

یہ واقعہ لکھنے کے بعد میں نے مناسب سمجھا کہ اسے بھی پڑھ کر سنا دیا جائے۔ چنانچہ جب اس کے لڑکے اودھم سنگھ نے ہی پڑھ کر سنایا۔ تو اس نے اقرار کیا کہ یہ درست ہے۔ (خاکسار ظہور احمد محلہ دار الرحمت قادیان)

میں موضع بھاگی ننگل کا رہنے والا ہوں۔ لچھمن سنگھ ہمارے گاؤں کا باشندہ ہے۔ مجھے یہ واقعہ خوب یاد ہے۔ جو بالکل درست اور صحیح ہے۔ میرے سامنے ہی اس شخص نے کہا تھا کہ اگر مرزا صاحب سچے ہیں تو میرے گھر لڑکا پیدا ہوگا۔ اور پھر خدا نے اسے لڑکا دیا۔

(خاکسار عبد الرحیم المعروف پوہلا ساکن بھاگی ننگل تحصیل بٹالہ ضلع گورداسپور)

دستخط اودھم سنگھ

حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ کی شاعری پر ایک نظر

مخدومی محترمی جناب قاضی محمد ظہور الدین صاحب اکمل کی قلم سے

الشعراء تلامیذ الرحمٰن

مندرجہ بالا عنوان کی صداقت کی زندہ مثال حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہٖ کا وجود مسعود ہے۔ آپ ایک فطرتی شاعر ہیں کبھی آورد سے کام نہیں لیا۔ نہ کارہ یار چھوڑ کر طبیعت کو یکسو کر کے اس طرف متوجہ ہوئے۔ جب کبھی تحریک ہوئی۔ اور آمد کا وقت محسوس کیا تو چند اشعار حوالۂ قلم معاً رقم کر دیئے۔ پھر تکمیل کا خیال نہیں اسلئے کئی نظمیں ناتمام ہی رہ گئیں۔ پھر بھی جو کچھ ہمارے سامنے آیا اس میں جو معارف و حقائق ہیں علاوہ زبان کی سلاست فصاحت اور بندشوں کی چستی کے وہ آنکھوں سے لگانے اور دل میں بٹھانے کے قابل ہے۔

جون ۱۹۰۵ء میں آپ کی عمر ہی کیا تھی یہی ۱۶-۱۵ سال۔ مگر اسوقت بھی آپ شعر کہہ لیتے۔ جن پاکیزہ خیالات کا اظہار فرماتے وہ دوسرے بچوں اور نوجوانوں بلکہ مجھے کہنا چاہیئے بوڑھوں کے لئے بھی ایک قابل تقلید مثال ہیں۔ عزیز مرحوم عبدالحی نے قرآن مجید ختم کیا۔ آپ اس کے لئے ایک مبارکبادی کی نظم لکھتے ہیں اور دعا فرماتے ہیں ؎

تیرا دلدادہ ہو اور دیں پہ فدا   ہو یہ عاشق احمد مختار کا
غیرت دینی ہو اس میں اس قدر   واسطے دیں کے ہو یہ سینہ سپر

پھر ۱۹۰۶ء حضرت میر محمد اسحٰق صاحب فاضل کی شادی ہوئی۔ تو آپ نے لکھا:- ؎

خدایا اس نبی اور بنے پر فضل کر اپنا   اور ان کے دل میں پیدا جوش کر دے دیں کی خدمت کا
نبی کے ہو محبت اور تعشق ان کو ہو تجھ سے   کلام پاک کی اُلفت کا ان کے دل میں گھر کر دے

ان دو چار شعروں سے جو بالکل ابتدائی زمانے کے ہیں۔ ظاہر ہے کہ آپ کی تربیت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آغوش روحانیت میں کس طرح پر ہو رہی تھی۔ اور آپ کے اندر کیا جذبات پرورش پا رہے تھے۔ اکتوبر ۱۹۰۶ء کی ایک نظم میں آپ فرماتے ہیں ؎

یہ دم غنیمت ہے کوئی کام کر لو   کہ اس زندگی کا بھروسہ ہی کیا ہے
محمد پہ ہو جاں قرباں ہماری   کہ وہ کوئے دلدار کا رہنما ہے

قرآن کریم کی عظمت کس درجہ آپ کے دل عرفان منزل میں ہے۔ یہ فروری ۱۹۰۷ء کی ایک نظم سے ظاہر ہے ؎

گناہ گاروں کے درد دل کی بس ایک قرآن ہی دوا ہے   یہی ہے خضر رہ طریقت یہی ہے ساغر جو حق نما ہے۔
ہر ایک مخالف کے زور و طاقت کو توڑنے کا یہی ہے حربہ   یہی ہے تلوار جس سے ہر ایک دشمن دین کا نپتا ہے۔
نگاہ جن کی زمین پہ تھی نہ آسماں کی جنھیں خبر تھی   خدا سے ان کو بھی جا ملایا دکھائی ایسی رہ ہدیٰ ہے۔
رہِ خدا میں یہ جان فدا ہو۔ دل عشق احمد میں مبتلا ہو   اسی پہ ہی میرا خاتمہ ہو۔ یہی میرے دل کا مدعا ہے

یہ ۱۶-۱۷ سال کی عمر کے جذبات و خیالات ہیں۔ اس بحر طویل میں یہ بلیغ و پرمعنی نظم جس کے صرف دو تین شعر ہی میں نقل کر سکا ہوں۔ بتاتے ہیں کہ ؎

بالائے سرش ز ہوشمندی   مے تافت ستارۂ بلندی

نوجوانی تمام قویٰ کے نشوونما کا زمانہ ہے اور ساتھ ہی ایک قسم کی غفلت اور بے پروائی کا بھی خدشہ ہوتا ہے۔ مگر آپکو دیکھئے فروری ۱۹۰۷ء کی ایک نظم میں فرماتے ہیں ؎

دوستو! ہرگز نہیں یہ ناچنے اور گانے کے دن   سوچ کر دیکھو تو ہیں یہ دیں کے پھیلانے کے دن

آپ علماء زمانہ کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تکفیر سے روکتے ہیں ؎

ٹھہراتے ہیں کافر اسے جو ہادی دیں ہے۔   یہ خوب نمونہ ہے یہاں کے علماء کا
وہ قوت اعجاز ہے اس شخص نے پائی   دم بھر میں اسے مار گرایا جسے تاکا

۱۹۰۸ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات پر فطرتی و لازمی طور پر آپ کے کلام میں ایک خاص قسم کا درد اور سوز آ گیا۔ اکتوبر ۱۹۰۸ء کی ایک نظم ہے ؎

کوئی گیسوئے دلبر سے پریشاں ہو نہیں سکتا   کوئی آئینہ تجھ سے بڑھ کے حیراں ہو نہیں سکتا
وہاں ہم جا نہیں سکتے۔ یہاں وہ آ نہیں سکتے   ہمارے درد کا کوئی بھی درماں ہو نہیں سکتا
کوئی یاد خدا سے بڑھ کے مہماں ہو نہیں سکتا   وہ ہو جس خانۂ دل میں وہ ویراں ہو نہیں سکتا۔
خدایا مدتیں گذریں تڑپتے تیری فرقت میں   ترے ملنے کا کیا کوئی بھی ساماں ہو نہیں سکتا
بھلا دوں یاد سے کیوں کر کلام پاک دلبر ہے   جدا مجھ سے تو اک دم کو بھی قرآں ہو نہیں سکتا

جی چاہتا ہے ساری نظم ہی زیب صفحہ قرطاس کر دوں۔ مگر مجھے تو ابھی بہت کچھ لکھنا ہے۔ اس لئے اسی پر اکتفا کرتا ہوا آگے قدم بڑھاتا ہوں۔

جنوری ۱۹۰۹ء کی ایک نظم کا مطلع ہے۔

وہ خواب ہی میں گر نظر آتے تو خوب تھا   مرتے ہوئے کو آکے جلاتے تو خوب تھا
اک غمزدہ کو چہرہ دکھاتے تو خوب تھا   روتے ہوئے کو آکے ہنساتے تو خوب تھا

فروری ۱۹۰۹ء کی ایک نظم کے دو شعر ملاحظہ کیجئے ؎

میں نے جس روز سے پیارے ترا چہرا دیکھا
پھر نہیں اور کسی کا رُخِ زیبا دیکھا
تیرے جاتے ہی ترا خیال چلا آتا ہے
ترے جانے میں بھی آنے کا تماشا دیکھا

غرض خدا اور اس کے رسول کی محبت میں گداز ہوئے جا رہے ہیں۔ ہر لحظہ اس کے دیدار کی تڑپ ہے۔ اور اسکے دین کی فکر ہے۔ اپنے ساتھیوں کو ہمت دلاتے ہیں ؎

شیطاں ہے ایک عرصہ سے دنیا پہ حکمراں   اٹھو اور اٹھ کے خاک میں اس کو نہاں کرو
دکھلاؤ پھر صحابہ سا جوش و خروش تم   دنیا پہ اپنی قوت بازو عیاں کرو
پھر خاک میں ملا دو یہ سب قصر شیطنت   نام و نشاں مٹا کے انھیں بے نشاں کرو
پھر دشمنوں کو حلقہ الفت میں باندھ لو   جو تم سے لڑ رہے ہیں انھیں ہم زباں کرو
پھر راتیں کاٹو جاگ کے یاد حبیب میں   پھر آنسوؤں کا چشم سے چشمہ رواں کرو
پھر اس کی میٹھی میٹھی صداؤں کو تم سنو   اور اپنے دل کو وصل سے پھر شادماں کرو

اغیار کی اصلاح کے ساتھ اصلاح نفس کے خیال کو مقدم رکھنے کی ہدایت ہے۔ جیسا کہ محررۂ بالا اشعار سے واضح ہے۔ یہ زمانہ جوں جوں بڑھتا جاتا ہے۔ آپ علم و عرفان میں ترقی کے مدارج طے کرتے جاتے ہیں۔ شوق وصال باری میں آرزوؤں کا ہجوم ہے۔ آپ پکار اٹھتے ہیں ؎

آدمی ہو کے تڑپتا ہوں چکوروں کی طرح   کبھی بے پردہ اگر وہ رخ تاباں کر دیں
اک دفعہ دیکھ چکے موسٰے تو پردہ کیسا   ان سے کہدو کہ وہ اب چہرے کو عریاں کر دیں
دل میں آتا ہے کہ دل بیچ دیں دلدار کے پاس   اور پھر جان کو ہم ہدیہ جاناں کر دیں

غرض کئی طرح سے ان جذبات کا اظہار ہوتا ہے۔ جو ہر وقت قلب صافی میں موجزن رہتے ہیں ؎

دل چاہتا ہے طور کا وہ لالہ زار ہو   اور آسماں پہ جلوہ کناں میرا یار ہو۔
ساقی ہو مے ہو جام ہو ابر بہار ہو   اتنی پیوں کہ حشر کے دن بھی خمار ہو
جاں چاہتی ہے تجھ پہ نکلنا او میری جاں   دل کی یہ آرزو ہے کہ تجھ پر نثار ہو
موسیٰ سے تو نے طور پہ جو کچھ کیا سلوک   مجھ سے بھی اب وہی مرے پروردگار ہو

اور رفتہ رفتہ عشق الٰہی کی سرمستی میں کہتے ہیں ؎

میں وہ بے خود ہوں کہ جسے لے اڑا ئے مرے ہوش   مجھ کو خود وہ نگہ ہوش ربا یاد نہیں
وہ جو رہتا ہے ہر اک وقت مری آنکھوں میں   ہائے کمبختی مجھے اس کا پتہ یاد نہیں
جب سے دیکھا ہے اسے رہتا ہے اسکا ہی خیال   اور کچھ بھی مجھے اب اس کے سوا یاد نہیں۔

تعلقات کی استواری نے یہ دن بھی دکھایا کہ:- ؎

وہی ہے طرز دلداری وہی رنگ ستمگاری   تجسس کیوں کروں اس کا کہ ہے یہ کون محمل میں
بلاتے ہیں مجھے در پہ جو میں اٹھوں تو کہتے ہیں ؛   کدھر جاتا ہے او غافل میں بیٹھا ہوں ترے دل میں
میں سمجھا تھا کہ اس کو دیکھ کر پڑ جائے گی ٹھنڈک   خبر کیا تھی کہ بھک جاؤں گا جا کر اس کی محفل میں

سلوک کی منازل طے ہونے لگیں ؎

یہیں سے اگلا جہاں بھی دکھا دیا مجھ کو   ہے ساغر مے الفت پلا دیا مجھ کو
بتاؤں کیا کہ مسیحا نے کیا دیا مجھ کو   میں کرم خاکی تھا انساں بنا دیا مجھ کو

انسان دو اُنسوں سے مرکب ہے۔ اگر ایک جانب اپنے خالق سے اُنس ہے۔ تو دوسری جانب اپنے بھائیوں سے ؎

غم جماعت احمد نہیں سہا جاتا   یہ آگ وہ ہے کہ جس نے جلا دیا مجھ کو

آپ برادران ملت کو ترغیب الی اللہ دیتے ہیں۔ یہ مارچ ۱۹۱۰ء کا کلام ہے ؎

عہد شکنی نہ کرو اہل وفا ہو جاؤ   اہل شیطاں نہ بنو اہل خدا ہو جاؤ
حق کے پیاسوں کے لئے آب بقا ہو جاؤ   خشک کھیتوں کے لئے کالی گھٹا ہو جاؤ
بادشاہی کی تمنا نہ کرو ہرگز تم   کوچۂ یار یگانہ کے گدا ہو جاؤ
قطب کا کام دو تم ظلمت و تاریکی میں   بھولے بھٹکوں کے لئے راہنما ہو جاؤ
رہِ مولیٰ میں جو مرتے ہیں وہی جیتے ہیں   موت کے آنے سے پہلے ہی فنا ہو جاؤ

اور ذاتی حال یہ ہے کہ دیدار الٰہی کی تڑپ روز افزوں ہے۔ جون ۱۹۱۰ء کے چند اشعار ؎

وہ میرے چاک جگر کا کریں گے کب درماں   جو دل پہ داغ لگے ہیں انھیں مٹائیں گے کب